Fikr-o-Nasar (Islamabad) 40-41:4,1 (2003)

علومِ اسلامیہ میں ڈاکٹر محمد حمیداللہؒ کی خدمات
(عمومی جائزہ)

محمود احمد غازی☆

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا شمار اسلامی تاریخ کے اُن جلیل القدر علماء کی صف میں ہوتا ہے جس میں ابونصر فارابی، امام غزالی اور شاہ ولی اللہ جیسی ممتاز علمی شخصیات شامل ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی ذاتِ گرامی اصحابِ علم و دانش کی اس علمی روایت کا تسلسل ہے جس کے بنیادی عناصر میں سچائی، بے غرضی، ایثار اور علم کی مختلف جہتوں پر غیرمعمولی دسترس شامل ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو اللہ رب العزت نے طویل زندگی سے سرفراز فرمایا (سن ہجری کے مطابق تقریباً ۹۹ سال)۔ مزید برآں وہ ازدواجی زندگی کے جھمیلوں سے آزاد رہے۔ اس آزادی نے انہیں اپنے معاصرین کے مقابلے میں اس بات کے بہتر مواقع فراہم کیے کہ وہ اپنی پوری زندگی کو علم وتحقیق کے لئے وقف کرسکیں۔ اُن کی وسیع علمی وتحقیقی خدمات (۱۶۵ سے زائد کتب اور تقریباً ایک ہزار تحقیقی مقالات) متفرق اور متنوع موضوعات پر مشتمل ہیں۔ اسلامی علوم و فنون کا شاید ہی کوئی ایسا شعبہ ہو جس کا تعلق بالواسطہ یا بلا واسطہ ذات رسالت مآب ﷺ اور آپ کی تعلیم سے ہو اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم نے اس پر کوئی تصنیف نہ چھوڑی ہو۔ تاہم اُن کی دلچسپی کے مخصوص موضوعات حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی سیرت، تاریخ تدوین حدیث اور اسلام کا بین الاقوامی قانون تھے۔

ڈاکٹر حمیداللہ نے اپنے علمی کیرئر کی ابتداء قانون اور تاریخ کے طالب علم اور استاذ کی حیثیت سے کی۔ آغاز ہی میں انہوں نے ایک قانون دان کی حیثیت سے علمی حلقوں میں اپنی اہمیت منوا لی اور قانونی موضوعات پر اپنی مؤثر تحریروں کے سبب بہت جلد کم سنی ہی میں علمی دنیا میں متعارف ہوگئے۔ ابتداً انہوں نے فلسفۂ قانون، اصول قانون اور بین الاقوامی قانون پر قلم اٹھایا۔ بین الاقوامی قانون پر متعدد کتب کے انگریزی اور فرانسیسی سے اُردو میں تراجم کیے جو عموماً جامعہ عثمانیہ کی درسی اور

۱۔　نائب صدر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

DMHL

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.　http://iri.iiu.edu.pk/

نصابی ضروریات کو سامنے رکھ کر کیے گئے تھے۔ بین الاقوامی قانون پر ان کا یہ ابتدائی کام محض تراجم یا مغرب کے اہل قلم کے خیالات اور تصورات کی نقل اور ترجمانی تک محدود نہ تھا بلکہ ڈاکٹر صاحب نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ مغربی افکار کے تنقیدی مطالعہ کا بھی اہتمام کیا۔ ان کی ترجمہ اور تصنیف شدہ ابتدائی کتابوں پر ان کے تنقیدی حواشی اور ان میں بیان کئے گئے تصورات پر بحث ان تراجم کا طرہ امتیاز ہے۔

آنے والے وقت میں اسلامائزیشن آف نالج کی جو اصطلاح رائج ہوئی اُس کی واضح جھلک بین الاقوامی قانون پر ڈاکٹر صاحب مرحوم کی ابتدائی تصانیف میں نظر آتی ہے۔ بین الاقوامی قانون پر لکھی جانے والی بعض ضخیم کتب کے اردو ترجمہ کے علاوہ اس ضمن میں سب سے قابل ذکر کتاب ایک نسبتاً مختصر اور چھوٹے سائز کے تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل کتاب ''قانون بین الممالک کے اصول اور نظیریں'' ہے۔ یہ کتاب بین الاقوامی قانون کے نظریات و تصورات پر تنقیدی جائزے کے ساتھ ساتھ اسلامی تصورات سے متعلق ایک تقابلی مطالعے پر مشتمل ہے۔

بظاہر یہ متواضعانہ سی کتاب درحقیقت ڈاکٹر صاحب کی زندگی کی اہم کاوش کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اسلامی قانون کے مطالعہ کی ایک نئی طرز کے ارتقاء کا آغاز ہے۔ غالبًا اس ابتدائی مطالعہ ہی سے انگیخت ہوئی اور انہوں نے سیر اور بین الاقوامی قانون کے موضوع پر مسلسل لگن اور جانفشانی کے ساتھ کام کا آغاز کیا۔ اس شعبہ میں ان کا پہلا علمی کام ۱۹۳۳ء میں بون یونیورسٹی میں پیش کیا جانے والا تحقیقی مقالہ تھا، مقالے کا عنوان تھا "Die Neutralitat im Islamischen Volkerrecht" (مطبوعہ ۱۹۳۵ء، بون، لیپزگ) یعنی اسلام کے بین الاقوامی قانون میں غیرجانبداری کے اصول۔ اس موضوع پر اسلام کی تعلیمات کو پیش کرنے کے لئے ڈاکٹر صاحب مرحوم کی یہ پہلی باقاعدہ علمی کاوش تھی۔ یہ تصنیف مختلف پہلوؤں سے اہمیت کی حامل نظر آتی ہے:

☆ اوّلاً: اس کے ذریعہ علم قانون کی ایک ایسی جہت سامنے آئی جسے مشرق و مغرب کے اہل علم و دانش نے اب تک نظر انداز کر رکھا تھا۔

☆ دوم: اس تحقیق نے اس غلط فہمی کو رفع کیا کہ اسلامی قانون جنگ، اسلامی ریاست کے دوسرے ممالک کے ساتھ جنگ اور شریک جنگ کی حیثیت کے سوا اور کسی تعلق کو تسلیم نہیں کرتا۔

☆ سوم: یہ کہ اسلامی قانون اور سیاست کے متعدد اہم پہلوؤں سے مغربی محققین ناواقف تھے اسے منظرِ عام پر لایا گیا۔

☆ چوتھا امتیاز یہ تھا کہ اسلام کے بین الاقوامی قانون میں غیر جانبداری کے نظریات و تصورات کو

باقاعدہ طور پر مرتب کر دینے اور ان کو باضابطہ اصول کے طور پر تشکیل دینے کی سنجیدہ علمی کوشش کی گئی۔

☆ اور اس مطالعے کا پانچواں امتیاز یہ ہے کہ اسلامی بین الاقوامی قانون کے تصورات اور ان کی علمی تطبیق کو فقہی اور نظری مباحث کے ساتھ ساتھ معاصر تاریخی مواد کی روشنی میں بھی دیکھا اور سمجھا گیا۔

بین الاقوامی قانون کے میدان میں اُن کا ایک اور اہم علمی کارنامہ اُن کی وہ کاوش تھی جس کی حدود علم سیرت سے جا ملتی ہیں۔ یہ مقالہ بعنوان La Diplomatie Musulmane 'a l'epoch du proph'ete de l' Islam et ses Caliphs Orthodoxes تھا جو انہوں نے ۱۹۳۴ء میں سوربون یونیورسٹی میں پیش کیا اور ۱۹۳۵ء میں پیرس سے دوجلدوں میں شائع ہوا۔ پہلی جلد میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور خلفائے راشدین کے عہد کی اسلامی سفارت کاری اور اسلامی ریاست کے جزیرہ عرب اور اس کے قرب و جوار کے ہم عصر حکمرانوں اور قبائلی سرداروں کے ساتھ تعلقات پر بحث کی گئی ہے۔ سیرت نگاری کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اس کتاب میں ابتدائی اسلامی ریاست کے معاصر ریاستوں سے تعلقات اور اس سلسلہ میں اٹھائے جانے والے اقدامات سے اس دور کے سیاسی اور سفارتی پس منظر میں بحث کی گئی۔ دوسری جلد حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور خلفائے راشدین کے عہد کی اہم سیاسی، آئینی اور سفارتی دستاویزات پر مشتمل ہے۔ قدیم تاریخی، فقہی، سوانحی اور ادبی مصادر و مآخذ سے جمع کی جانے والی ان دستاویزات کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا گیا اور ان کو مناسب ترتیب و تدوین سے آراستہ کیا گیا۔

بعد ازاں دوسری جلد میں بہت سے اضافے کئے گئے۔ مختلف دستاویزات اور خطوط کے اضافہ کے ساتھ اسے عربی میں ایک علیحدہ کتابی صورت میں مدوّن کیا گیا جو ''الوثائق السیاسیۃ'' کے نام سے موسوم ہے۔ یہ کتاب ۱۹۴۱ء میں پہلی بار بیروت سے شائع ہوئی تھی۔ اب تک اس کے کم و بیش ایک درجن کے قریب ایڈیشن آ چکے ہیں۔ اُردو اور فرانسیسی تراجم بھی دستیاب ہیں۔ یہ اہم کتاب مسلمانوں کے امورِ سیاست سے متعلق ابتدائی مآخذ میں سے ایک اہم ماخذ کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔

لیکن ڈاکٹر حمیداللہ مرحوم کا اس موضوع پر شاید سب سے اہم اور ضخیم کام آپ کی کتاب The Muslim Conduct Of State ہے۔ اصلاً یہ ان کا ایم-اے کا تحقیقی مقالہ تھا جو حیدر آباد کی عثمانیہ یونیورسٹی میں پیش کیا گیا تھا اور ۱۹۴۱ء میں لاہور سے شائع ہوا تھا۔ یہ کتاب اسلام کے

بین الاقوامی قانون سے متعلق ڈاکٹر صاحب کی تازہ ترین تحقیقات اور عمر بھر کی کاوشوں پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نئی نئی تحقیقات اور تازہ ترین نتائج تحقیق کو اس کتاب کی اگلی اشاعتوں میں شامل کرتے رہے۔ (موجودہ ایڈیشن نواں ہے) The Muslim Conduct Of State اسلام کے بین الاقوامی قانون کی ترتیب نو کا بہترین نمونہ ہے۔

مسلمان اہل علم نے اسلامی قانون کی ترتیب نو کی ضرورت کو بیسویں صدی سے ہی محسوس کرنا شروع کر دیا تھا۔ مفکر ملت اور نظریہ پاکستان کے مؤسس اول حکیم الامت علامہ اقبالؒ ۱۹۲۰ء کے عشرہ سے اسلامی قانون کی ترتیب نو اور تدوین جدید کی ضرورت پر زور دیتے رہے۔ انہوں نے اپنے طور پر اس کام کا آغاز کرنے کی کوشش بھی کی، ان کی خواہش تھی کہ اس ضمن میں ان کو معاصر علماء و فقہاء کی معاونت حاصل ہو۔ اس سلسلہ میں مولانا انور شاہ کاشمیری اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی سے ان کے روابط اور اس کام میں ان سے مدد لینے کی خواہش کافی مشہور ہے۔ ہمیں یہ تو معلوم نہیں کہ اس سلسلہ میں علامہ اقبال کے ذہن میں کیا اسلوب اور طریق کار تھا، اور فقہ اسلامی تدوین جدید کے بارے میں ان کے تصورات کیا تھے۔ البتہ یہ ضرور محسوس ہوتا ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کی کتاب The Muslim Conduct Of State کو دیکھتے تو اسے اپنی مجوزہ فکر اور اسلوب کے بہت قریب محسوس کرتے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کو لکھتے وقت بین الاقوامی قانون پر Oppenheim کی مشہور اور فاضلانہ کتاب کو بطورِ نمونہ اپنے سامنے رکھا۔ انہوں نے وہی اسلوب اور ترتیب ملحوظ نظر رکھی جو اوپنہائیم نے اس کتاب میں اپنائی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ہندوستان، فرانس، جرمنی، برطانیہ، شمالی افریقہ، شام، ترکی اور حجاز کی لائبریریوں میں محفوظ مواد کو حاصل کرنے کے تمام اسباب و ذرائع استعمال کئے اور مطلوبہ مواد جمع کیا۔ اس ضمن میں انہوں نے تاریخ، کتب ادب، کتب جہاز رانی، سفر ناموں، عسکریات، سوانح، تفاسیر اور شروح حدیث سے بھی بھرپور استفادہ کیا۔ اور یوں وہ Oppenheim کی جانب سے اٹھائے گئے سوالات اور موضوعات پر اسلامی معلومات کا خزانہ فراہم کرنے میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

فقہ اور تمام متعلقہ مصادر و مآخذ میں موجود مواد سے استفادہ کے علاوہ انہوں نے اسلام کے بین الاقوامی قانون میں چند جدید اسلوب بھی متعارف کروائے۔ سیر یا اسلام کے بین الاقوامی قانون پر قدیم کتب میں پرائیویٹ بین الاقوامی قانون یا قوانین کے تصادم پر زیادہ مباحث نہیں ملتے، ملتے بھی

ہیں تو ایک مرتب شعبہ علم کے طور پر یکجا نہیں ملتے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس موضوع پر فقہ کی دوسری شاخوں سے مواد جمع کر کے اس شعبہ قانون کو مدوّن کیا اور قوانین کے تصادم کے اسلامی نظریہ اور تصورات کو ایک مرتب اور مربوط نظریئے کی صورت میں پیش کیا۔ اسلام کے بین الاقوامی قانون میں نئ نئ تحقیقات اور نئے نئے تصورات کو متعارف کرانے کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے متعدد اقوال اور اصولوں کی نئ تفسیرات اور جدید تشریحات بھی پیش کیں۔ انہوں نے قانونی اور فقہی اصول و نظریات اور تاریخی حقائق کو اس انداز میں پیش کیا کہ وہ ایک دوسرے کی تکمیل کر سکیں۔ یہ بلاشبہ ایک قابل تحسین کارنامہ ہے۔ ابھی تک The Muslim Conduct Of State اسلامی قانون کے اس شعبہ کی تدوین نو کی بہترین مثال ہے۔

اسلام کے بین الاقوامی قانون پر ان اہم کاوشوں کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے ہمارے لئے اس قانون کے پس منظر پر بھی وسیع علمی ذخیرہ چھوڑا ہے۔ آپ نے قدیم جنگوں اور بین الاقوامی تعلقات پر دستیاب اہم متون کو ایڈٹ کیا۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی حیات مبارکہ پر ابن اسحاق کی ابتدائی اور اہم کتاب سیرت رسول اللہ اور الواقدی کی کتاب الردَہ کو ایڈٹ کیا۔ انہوں نے پہلی مرتبہ اہل علم و دانش کی توجہ میثاقِ مدینہ کی جانب مبذول کرائی جسے انہوں نے دنیا کا پہلا تحریری دستور قرار دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے آٹھویں صدی کے حنبلی فقیہہ ابن قیم کے نہایت اہم مخطوطہ ''احکام اہل الذمہ'' (دو جلد) کی اشاعت کا بھی اہتمام کیا۔ پرائیویٹ بین الاقوامی قانون پر فقہی مصادر میں یہ کتاب شاید بہترین کتاب ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو بلا خوف و خطر دورِ جدید میں اسلام کے بین الاقوامی قانون کا مجدد اور مؤسس نو قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر امام محمد بن حسن شیبانی قدیم علم سیر (یعنی اسلام کے قانون بین الاقوام) کے موسس اول اور مدون ہیں تو ڈاکٹر محمد حمید اللہ یقیناً جدید بین الاقوامی اسلامی قانون کے موسس و مدون ہیں اور بیسویں صدی کے شیبانی کہلائے جانے کے بجا طور پر مستحق ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی خدمات کا دوسرا اہم جزء سیرت یا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی سوانح نگاری ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابتدائے اسلام کی سفارت کے موضوع پر مواد جمع کرتے وقت ان کو علم سیرت سے بھی دلچسپی پیدا ہوئی اور پھر وہ بتدریج اس موضوع کی جانب منتقل ہوتے چلے گئے۔ اپنے علم و تحقیق کے ستر برسوں میں آخری ۳۵ برس کے دوران ان کی زیادہ تر توجہ سیرت پر ہی مرکوز رہی۔ ان آخری تین چار عشروں میں انہوں نے شاید ہی اسلام کے بین الاقوامی قانون پر مستقلاً کچھ

تحریر فرمایا ہو۔ البتہ اپنی ابتدائی مطبوعات پر نئے اضافوں اور ان میں نئی معلومات اورنئے نتائج تحقیق کو شامل کرنے کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ جس سے ان کے اس علمی کام کی وقعت میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔

سیرت پر ان کی پہلی کتاب ''عہد نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی'' ہے۔ یہ کتاب ریاستِ مدینہ کے عدل و انصاف اور طرزِ حکمرانی پر لکھے جانے والے تحقیقی مقالات کا مجموعہ ہے۔ ڈاکٹر حمیداللہ مرحوم اسے مدینہ کی شہری ریاست قرار دیتے ہیں۔ اس کے ابتدائی حصے میں مکہ کی شہری ریاست سے متعلق ایک فاضلانہ تحقیقی مقالہ بھی شامل ہے جو پہلی مرتبہ ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا تھا۔ دوسرے مقالات ۱۹۳۰ء کی دہائی کے اواخر اور ۱۹۴۰ء کی دہائی کے اوائل میں لکھے گئے۔ یہ کتاب پیغمبر اسلام ﷺ کے عہد میں نظامِ حکمرانی پر ڈاکٹر صاحب کا ابتدائی مگر انتہائی اہم کام ہے۔ اس کتاب میں سیرت النبی ﷺ کے متعدد نئے پہلوؤں کو مطالعہ اور تحقیق کا موضوع بنایا گیا ہے۔ اس کتاب میں سیرت کے ان نئے پہلوؤں پر مواد کا ایسا بیش بہا ذخیرہ موجود ہے جس سے قدیم سیرت نگاروں نے اعتناء نہیں کیا۔ اس کتاب کے تقریباً نصف درجن ایڈیشن منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ ہر ایڈیشن میں اضافے اور نئے تحقیقی نتائج شامل ہیں۔

اس کتاب کا ایک چھوٹا سا جزء جس نے بعد میں ایک مستقل بالذات کتاب کی حیثیت اختیار کی میثاق مدینہ کے بارے میں ہے۔ میثاق مدینہ ایک ایسی اہم اور بنیادی دستاویز ہے جس سے قدیم سیرت نگاروں نے زیادہ بحث نہیں کی۔ ابن ہشام اور ابن اسحاق سے لے کر علامہ شبلی نعمانی اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری تک سب نے اس دستاویز کا سرسری تذکرہ کرنے پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے پہلی بار اس کتاب میں میثاق مدینہ پر مفصل گفتگو کی۔ ان مباحث کو پھیلا کر بعد میں انہوں نے دنیا کا پہلا تحریری دستور کے نام سے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب تیار کی۔

سیرت پاک کے سیاسی پہلو پر ان کا ایک اور مجموعۂ مقالات ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' ہے۔ اس کتاب کی ترتیب و تدوین ایک طویل عرصہ (۱۹۵۰-۱۹۳۵ء) کو محیط ہے۔ اس کتاب میں شامل کیا جانے والا بیشتر مواد ان کی فرانسیسی کتاب سے ماخوذ ہے۔ یقیناً اس میں انتہائی اہم اضافے بھی کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے تقریباً ایک درجن ایڈیشن آ چکے ہیں جن میں اضافات کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

برصغیر کے کئی ہم عصر سیرت نگار ان دو کتابوں کے طرزِ تحریر، اسلوب بیان اور نتائجِ تحقیق سے

متأثر ہوئے اور یوں ان دونوں کتابوں کے منظرِ عام پر آنے سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ کا ایک نئے زاویۂ نگاہ سے مطالعہ شروع ہوا۔

ان دو کتب کے بعد ایک اور نادر تصنیف ''عہدِ نبوی کے میدانِ جنگ'' کے موضوع پر تھی۔ جس میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ کے آخری ۸ سالوں میں لڑی گئیں اہم جنگوں کے مقامات کی نشاندہی کی گئی۔ اس مقصد کے لئے مصنف نے ۱۹۳۰ء کے عشرہ میں ذاتی طور پر مدینہ، مکہ اور طائف کا سفر کیا۔ تاریخ میں محفوظ دستیاب مواد کی روشنی میں انہوں نے ذاتی طور پر مقامات کی پیمائش کی اور میدانِ جنگ کے نقشے تیار کیے۔ میدانِ جنگ کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ انہوں نے ان جنگوں کے سیاسی اور سفارتی پس منظر کا بھی سراغ لگایا اور ان کے مقاصد و نتائج کا تجزیہ بھی کیا۔ مصنف نے خود اس کتاب کا انگریزی اور فرانسیسی میں نئے اضافوں کے ساتھ ترجمہ کیا۔

سیرت کے موضوع پر ڈاکٹر صاحب کی سب سے مفصل اور جامع کتاب ان کی فرانسیسی تالیف: پیغمبر اسلام: حیات اور کارنامے ہے۔ یہ کتاب دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جو مصنف کے جملہ نتائج تحقیق کی عمدہ اور جامع تلخیص پیش کرتی ہے۔ اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ آخری اشاعت پانچویں تھی جو ۱۹۸۹ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی۔ کتاب کی پہلی جلد حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ابتدائی زندگی، مقاصدِ بعثت اور سیاسی و مذہبی معاملات پر مشتمل ہے۔ انتہائی شرح صدر کے ساتھ یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب اُن کی سیرت سے متعلق معلومات اور تحقیقی نتائج کی بہترین مظہر ہے۔ پہلی جلد اسلوب اور مواد کے اعتبار سے بنیادی طور پر تاریخی نوعیت کی ہے۔ جبکہ دوسری جلد میں پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور پیغام سے متعلق دقیق مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ مزید برآں عہدِ نبوت کے معاشی اور سماجی معاملات کو بھی شرح و بسط کے ساتھ یکجا کر دیا گیا ہے۔ ان دونوں جلدوں میں چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی کے دوران عرب کے سیاسی اور سفارتی نظام کو بھی خصوصیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے مبارک عہد میں مختلف ریاستوں اور قبائلی گروہوں کے درمیان تعلقات بھی اس کتاب کا اہم حصہ ہیں۔ تبلیغِ رسالت کی کامیابی میں مختلف قبائل کے کردار پر بحث اس کتاب کا وہ حصہ ہے جسے مصنف کی نہایت اہم خدمت قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ حصہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اقدامات کے پس منظر اور ان کے اسباب کو سمجھنے میں بہت مددگار ہے۔ مصنف نے اسلام کے پیغام کے ارتقاء میں قبائلی سرداروں اور ان کی جنگوں کے کردار کو ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اور وہ یہ تحقیق کر لینے میں کامیاب ہوئے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے کچھ قبائل کے ساتھ معاہدے کیے تو کیوں کئے اور بعض کو نظرانداز

فرمایا تو کیوں نظرانداز فرمایا۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اپنے ہم عصر فرمانرواؤں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت، حلیف اور حریف قبائلی سرداروں کے ساتھ معاملات کی حکمت کا اہم تاریخی دستاویزات کی روشنی میں تجزیہ کرنا اس کتاب کا انتہائی معلومات افزا اور سب سے اہم حصہ ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ سے پہلے دنیا صرف یونان کی شہری ریاست سے واقف تھی۔ وہ پہلے مورخ اور ماہر دستوریات ہیں جنہوں نے دنیا کو مکہ اور مدینہ کی شہری ریاستوں سے متعارف کرایا۔ انہوں نے ان شہری ریاستوں کی تفصیلات سے متعلق وافر مواد اور مدلل معلومات اکٹھی کیں۔ جیسا کہ پہلے نشاندہی کی گئی مدینہ کی شہری ریاست کے آئین کو ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم پہلی دفعہ منظر عام پر لائے۔ انہوں نے دنیا کے اس سب سے پہلے تحریری دستور کی اہمیت اور مندرجات پر اُردو، انگریزی اور فرانسیسی میں مستقل کتابیں تحریر کیں۔ داخلی اور خارجی شہادتوں کی مدد سے اس دستور کی تدوین کی تاریخ اور مراحل کا تعین کیا۔

قرآن اور حدیث کی تاریخیت بھی ڈاکٹر صاحب کی تحریروں کا خاص موضوع رہا ہے۔ سیرت پر دو جلدوں میں فرانسیسی زبان میں کتاب جس کا اوپر ذکر کیا گیا اس موضوع پر قیمتی معلومات و مباحث پر مشتمل ہے، علاوہ ازیں ان کی مشہور کتاب خطبات بہاولپور میں دو مستقل خطبے تاریخ قرآن مجید اور تاریخ حدیث پر شامل ہیں۔ ان دونوں خطبات میں تدوین قرآن مجید اور تدوین حدیث کے بارہ میں قیمتی اور مدلل مباحث ملتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم جمع قرآن سے متعلق ابو داؤد کی کتاب المصاحف اور ایسی دوسری کتابوں میں بیان کی گئی روایات کو ردّ نہیں کرتے، بلکہ وہ ان روایات کی تشریح و توضیح اس انداز میں کرتے ہیں کہ ان کتابوں میں موجود روایات کی تردید بھی نہیں ہوتی اور ان کی ایسی تاویل کرتے ہیں جس سے ان کا اپنا مدلل نقطہ نظر متاثر نہیں ہوتا۔

علم حدیث کے سلسلہ میں ان کی خدمات اس لحاظ سے تاریخی اہمیت کی حامل ہیں کہ انہوں نے دوسرے محققین کے لئے حدیث کے مواد کی تاریخیت کو اعداد و شمار کے ساتھ انتہائی مؤثر اور مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔ اگرچہ نہ تو وہ کبھی مسندِ تدریس حدیث پر فائز رہے اور نہ ہی علوم الحدیث اور شروح الحدیث پر ان کی کوئی اہم تحریر ہے، پھر بھی اس شعبہ علم میں ان کا علمی کارنامہ بے مثال ہے۔ علم الحدیث میں ان کی خصوصی دلچسپی کا میدان تدوین و تاریخ حدیث کے موضوعات تھے۔ یہ وہ اہم موضوع ہے جس کے بارہ میں مستشرقین نے بہت سے شبہات کا اظہار کیا تھا۔ انیسویں صدی کے

وسط سے مغربی محققین حدیث کے استناد کو چیلنج کرتے رہے۔ ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ حدیث کے مشہور اور متداول مجموعے چونکہ تیسری صدی میں تالیف کئے گئے تھے۔ اس لئے وہ زیادہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ ان کے خیال میں ان مجموعوں کا انحصار زبانی روایات پر ہے۔ اس لئے اس میں غلط بیانی، اضافات یا تبدیلیوں کی بہت گنجائش موجود تھی۔ اس نظریئے کو مغربی محققین نے اتنے پُرزور انداز میں دہرایا کہ ان کے بہت سے قارئین اس سے متاثر ہوئے، اور انہوں نے یہ باور کر لیا کہ حدیث کا مواد محض سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہے، اور یہ کہ احادیث کا علمی درجہ اور استناد گاؤں کی بوڑھی خواتین اور داستان سراؤں سے مروی عوامی قصوں اور لوک داستانوں سے زیادہ نہیں۔

ڈاکٹر حمیداللہ نے اس پورے دعوے کا دستیاب مواد کی روشنی میں جائزہ لیا اور اس کے تار و پور بکھیر دیے۔ دراصل ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے نامور استاد مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے ابتداً اس فکر کو اپنے ذہین طالب علم پر وا کیا۔ مولانا مرحوم نے انتہائی جانفشانی سے یہ ثابت کیا کہ حضورؐ کے صحابہ کرامؓ نے ہی آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے ارشادات اور ہدایات کو ضبط تحریر میں لانے کا کام شروع کیا تھا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو یہ جہت علمی اپنے عظیم استاد سے ملی۔ انہوں نے اپنی مخصوص علمی سرگرمی، ذوق شوق اور منفرد سوچ کے ساتھ اس اسلوب تحقیق کو آگے بڑھایا۔ انہوں نے ترکی، فرانس اور جرمنی کی لائبریریوں میں موجود مجموعہ ہائے احادیث حاصل کئے اور ان کی بنیاد پر احادیث مبارکہ کی زبانی روایت سے متعلق مستشرقین کی جانب سے اٹھائے جانے والے اعتراضات کا جواب دیا۔ انہوں نے ثابت کیا کہ متعدد صحابہ کرامؓ نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی احادیث مبارکہ پر مشتمل ذاتی مجموعے ترتیب دیئے تھے۔ کئی ایسی دستاویزات تھیں جنہیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے مختلف مقاصد کے لئے ضبط تحریر میں لانے کی ہدایت فرمائی۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ہدایات اور راہنمائی کے مطابق تحریر کی جانے والی یہ دستاویزات صحابہ کرام، تابعین اور بعدازاں فقہاء اور مورخین نے محفوظ کیں۔ ان ہی میں میثاقِ مدینہ بھی شامل ہے جو مدینہ طیبہ کے معاشرے کے اہم اجزاء، حقوق اور ذمہ داریوں کے بارہ میں ۵۲ سے زیادہ دفعات پر مشتمل ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے عہد نبوی کی جن تحریری دستاویزات کا حوالہ دیا ہے ان میں مردم شماری کی رپورٹ، فرمانرواؤں اور قبائلی سرداروں کو لکھے گئے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے مکتوبات، معاصر حکمرانوں کو لکھے گئے تبلیغی خطوط، گورنروں کو ہدایات، زکوٰۃ اور دیگر محصولات کے قوانین اور شرح محاصل پر تیار کردہ دستاویزات شامل ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی رائے کے مطابق صحابہ کرامؓ کے تیار کردہ مجموعہ ہائے احادیث میں سے اہم ترین مجموعے عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابو رافع، انس بن مالک،

عمر ابن حزم اور ابوہریرہؓ کے تیار کردہ ہیں۔ انہوں نے اس حقیقت کا بھی سراغ لگایا کہ ایک صحابی رسول ﷺ عبداللہ بن ابی عوف خط و کتابت کے ذریعے حدیث شریف کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ فاصلاتی تعلیم کے اسلوب کا آغاز بھی صحابہ کرام کی ذات سے ہوا۔ ایک اور صحابی سمرہ ابن جندب نے بھی ایک مجموعہ تشکیل دیا تھا جو بعد میں ان کے بیٹے سلیمان ابن سمرہ کو منتقل ہوگیا۔ یہ مجموعہ بیش بہا علمی مواد ''علمِ کثیر'' پر مشتمل ہے۔ مجموعی طور پر ڈاکٹر صاحب نے صحابہ کرام کے تیار کردہ ۱۴ مجموعہ ہائے احادیث دریافت کئے۔

ان مدونین میں سیدنا ابوہریرہؓ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اپنی زندگی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے پیغام اور حکمت کو محفوظ کرنے، پھیلانے اور اسے آنے والی نسلوں کو منتقل کرنے کے لئے وقف کر دی تھی۔ انہوں نے اپنی زندگی کے پچاس سال اپنے ہزاروں تلامذہ اور ارادتمندوں کی تعلیم و تدریس میں بسر کئے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے اپنی یادداشت کے لئے احادیث نبوی کے ضخیم مجموعے مرتب کر رکھے تھے جو انہیں ازبر تھے اور جنہیں وہ سامعین کو املا بھی کروایا کرتے تھے۔ کبھی کسی موقع پر کوئی تصدیق یا توثیق چاہتا تو وہ اپنے تحریری مواد سے مدد لیتے تھے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سرکاری حکام بھی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ارشادات کی حکمت اور اصلیت کو محفوظ کرنے اور سمجھنے میں کس قدر حساس اور محتاط تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ اپنی قوت حافظہ کی وجہ سے مشہور تھے جو ان پر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خصوصی عنایت اور دعا کا نتیجہ تھا۔ حافظہ کی شہرت سن کر مروان بن حکم گورنر مدینہ نے ان کی اس شہرت اور صلاحیت کو بنفس نفیس جانچنا چاہا۔ اس نے حضرت ابوہریرہؓ کو بلا بھیجا اور تمہیدی گفتگو کے بعد حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی احادیث پوچھنا شروع کر دیں اور اہتمام یہ کیا کہ پردے کے پیچھے ایک کاتب کو بٹھا دیا اور اسے حکم دیا کہ جو احادیث ابوہریرہؓ بیان کریں وہ انہیں لکھتا جائے۔ ابوہریرہؓ اس خفیہ انتظام سے قطعی ناواقف تھے۔ کاتب بیان کرتا ہے:

> ''مروان پوچھتا گیا اور میں لکھتا گیا اور احادیث کی تعداد کافی ہوگئی۔ ایک سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد مروان نے ابوہریرہؓ کو پھر بلا بھیجا اور مجھے پھر پردے کے پیچھے بٹھا دیا گیا۔ اس نے انہی روایات سے متعلق سوالات کرنے شروع کر دیئے۔ میں ایک سال پہلے اُن کی مرویات کا اب بیان کی جانے والی روایتوں سے موازنہ کرتا رہا۔ ابوہریرہ نے نہ ایک لفظ زیادہ کیا نہ ایک لفظ کم''

یہ واقعہ نہ صرف حضرت ابوہریرہؓ کی قوت حافظہ اور ان کی روایات کے استناد کو ثابت کرتا ہے

بلکہ اس حقیقت کو بھی واضح کرتا ہے کہ مروان کے حکم پر بھی کئی احادیث جو ابوہریرہؓ نے بیان فرمائیں انہیں قلم بند کیا گیا اور یہ کام اصل کے ساتھ موازنے کے بعد کیا گیا۔

اپنے نقطہ نظر یعنی روایت حدیث زبانی اور تحریری دونوں صورتوں میں ہوئی، کو حقیقی ثبوت کے ساتھ مدلل انداز میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے ڈاکٹر صاحب نے ہمام ابن منبہ کے مجموعہ حدیث کا انتخاب کیا جو ابوہریرہؓ کے قریبی شاگرد تھے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ابوہریرہؓ کی جمع کردہ متعدد تحریروں کا سراغ لگایا ہے جنہیں بعد میں ان کے شاگردوں نے مدون کیا۔ ان مجموعوں کے مخطوطات برلن اور دمشق میں دستیاب ہیں۔ ان دو مخطوطات کی دستیابی کے بعد ڈاکٹر صاحب نے ان کا موازنہ بخاری کے متن کے ساتھ کیا۔ وہ ثابت کرتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے اساتذہ میں سے امام عبدالرزاق ابن ہمام نے اپنے تحریری مجموعوں میں انہیں روایت کیا ہے۔ ان کی مرتب کردہ کتاب المصنف کے نام سے شائع شدہ موجود ہے۔

امام عبدالرزاق نے اس مواد کا کچھ حصہ اپنے استاد معمر ابن راشد سے حاصل کیا جنہوں نے اپنا ایک مجموعہ ''الجامع'' کے نام سے چھوڑا ہے۔ معمر، ہمام ابن منبہ کے براہِ راست شاگرد تھے۔ یوں ڈاکٹر صاحب ثابت کرتے ہیں کہ ابوہریرہؓ کا ہمام ابن منبہ کو منتقل کردہ احادیث مبارکہ کا ذخیرہ امام بخاری کو معمر اور عبدالرزاق کے ذریعے زبانی اور تحریری دونوں صورتوں میں منتقل ہوا۔ تحریری ذخیرے کے موازنے سے متن کی مکمل یکسانیت کا پتہ چلتا ہے۔

اس طریقہ استدلال نے احادیث مبارکہ کے سلسلہ میں مطالعہ اور تحقیق کے نئے رجحان کی طرح ڈالی جس سے یہ دعویٰ منہدم ہوگیا کہ احادیث مبارکہ کا ذخیرہ سنی سنائی باتوں اور مقامی داستانوں پر مبنی ہے۔ بعد ازاں اس طریقہ استدلال کو دیگر محققین نے اختیار کیا۔ اس سلسلہ میں ترکی کے ڈاکٹر فواد سیزگین، ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی اور ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آخر الذکر نے اس رجحان کو کمال تک پہنچایا۔ ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کی کُتب خاص طور پر ان کی کتاب Studies in Early Hadith Literature نے اس طرزِ استدلال کو تکمیل تک پہنچایا جس کا آغاز ۷۰ برس پہلے ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور اُن کے استاد مولانا مناظر احسن گیلانی نے کیا تھا۔